عہد نبوی میں اعراب کے لئے خصوصی احکام

مدثر حمید
لیکچرار اسلامیات، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، کوپر روڈ، لاہور

SPECIAL PROVISIONS

FOR BEDOUINS IN PROPHET'S PERIOD

Mudassar Hameed
Lecturer in Islamic Studies
Govt. Islamia College(W) Kooper Road, Lahore

Abstract

The article discusses some of the special provisions for the Bedouins in the era of Prophet (PBUH). The Bedouins were rather crude by nature. Some of the Bedouins were true believers and dedicated their lives for the sake of Islam. The Prophet gave the Bedouins special considerations and eased them out in some rights and obligations. He facilitated them in addressing their mistakes. He inculcated love in their hearts for Islam and tolerated all kinds of their harshness. The way the Holy Prophet (PBUH) dealt with the Bedouins carry a message for preachers of all times to come to be lenient towards people so that they may come closer to the religion and not vice versa.

Keywords: قرآن، حدیث، عرب، مدینہ، حدیبیہ، اسلام، سید ابوالاعلیٰ مودودی، وہبۃ زحیلی، کوہستانی، صحرائی، اونٹ

اعراب اور بدو تھوڑے سے فرق کے ساتھ ایک ہی معنی ومفہوم کے لئے دو اصطلاحیں ہیں۔
اعراب کی جمع اعاریب آتی ہے اور اس کا واحد نہیں آتا اگرچہ اعراب بھی جمع کے معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔البتہ اس کی طرف نسبت کر کے اعرابی کا لفظ بولا جاتا ہے جو اسم منسوب ہے اور عوام الناس اسے واحد کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔جس کا متضاد حضری آتا ہے۔اعراب سے مراد وہ صحراء اور دیہات میں رہنے والے عرب ہیں جو صرف ضروریاتِ زندگی کے لئے شہروں کا رخ کرتے ہیں۔(۱)

بدو سے مراد بھی صحراء میں رہنے والے لوگ ہیں۔اعراب اور بدو میں فرق یہ ہے کہ اعراب سے مراد وہ عرب ہیں جو صحراؤں میں خانہ بدوش بن کر خیموں کی بستیاں آباد کرتے ہیں لیکن وہ کسی ایک جگہ مقیم نہیں ہوتے اور بدو کا لفظ سب خانہ بدوشوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے خواہ وہ عرب یا غیر عرب ہوں۔(۲)

قرآن مجید کی آٹھ آیات میں اعراب اور ان کے مزاج وطبیعت اور رویے کا ذکر کیا گیا ہے۔
ان آٹھ آیات میں سے صرف ایک آیت میں اعراب کا ایجابی انداز میں ذکر کیا گیا باقی ہر جگہ تنقید وتوبیخ اور صریح عتاب کیا گیا ہے کیونکہ ان اعراب کا اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں زیادہ تر سلبی موقف ہی رہا۔سورۃ توبہ میں چار آیات،سورۃ احزاب کی ایک آیت،سورۃ فتح کی دو آیات اور سورۃ حجرات کی ایک آیت میں ان اعراب کا ذکر موجود ہیں۔
سورۃ التوبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾(۳)

ترجمہ:(یہ) دیہاتی لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں اور (اپنے کفر ونفاق کی شدت کے باعث) اسی قابل ہیں کہ وہ ان حدود واحکام سے جاہل رہیں جو اللہ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے ہیں اور اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔

﴿وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ قُرُبَاتٍ عِندَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾(۴)

ترجمہ: اور بادیہ نشینوں میں (ہی) وہ شخص (بھی) ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جو

کچھ (راہِ خدا میں) خرچ کرتا ہے اسے اللہ کے حضور تقرب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (رحمت بھری) دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتا ہے، سن لو! بیشک وہ ان کے لیے باعث قربِ الٰہی ہے۔ جلد ہی اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمادے گا۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾(۵)

ترجمہ: اور (مسلمانو!) تمہارے گرد و نواح کے دیہاتی گنواروں میں بعض منافق ہیں اور بعض باشندگان مدینہ بھی، یہ لوگ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ آپ انہیں (اب تک) نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ (دنیا ہی میں) عذاب دیں گے۔ پھر وہ (قیامت میں) بڑے عذاب کی طرف پلٹائے جائیں گے۔

﴿مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾(۶)

ترجمہ: اہل مدینہ اور ان کے گرد و نواح کے (رہنے والے) دیہاتی لوگوں کے لیے مناسب نہ تھا کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے (الگ ہوکر) پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ ان کی جانِ (مبارک) سے زیادہ اپنی جانوں سے رغبت رکھیں یہ (حکم) اس لیے ہے کہ انہیں اللہ کی راہ میں جو پیاس (بھی) لگتی ہے اور جو مشقت بھی پہنچتی ہے اور جو بھوک بھی لگتی ہے اور جو کسی ایسی جگہ پر چلتے ہیں۔ جہاں کا چلنا کافروں کو غضبناک کرتا ہے اور دشمن سے جو کچھ بھی پاتے ہیں۔ (خواہ قتل اور زخم ہو یا مالِ غنیمت وغیرہ) مگر یہ کہ ہر ایک بات کے بدلہ میں ان کے لیے ایک نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ بے شک اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی سورۃ توبہ کی مندرجہ بالا آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہاں بدوی عربوں سے مراد وہ دیہاتی وصحرائی عرب ہیں جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھے۔ یہ لوگ مدینہ میں ایک

مضبوط اور منظم طاقت کو اٹھتے دیکھ کر پہلے تو مرعوب ہوئے، پھر اسلام اور کفر کی آویزشوں کے دوران میں ایک مدت تک موقع شناسی وابن الوقتی کی روش پر چلتے رہے۔ پھر جب اسلامی حکومت کا اقتدار حجاز ونجد کے ایک بڑے حصے پر چھا گیا اور مخالف قبیلوں کا زور اس کے مقابلے میں ٹوٹنے لگا تو ان لوگوں نے مصلحت وقت اسی میں دیکھی کہ دائرہ اسلام میں داخل ہوجائیں۔ لیکن ان میں کم لوگ ایسے تھے جو اس دین کو دینِ حق سمجھ کر سچے دل سے ایمان لائے ہوں اور مخلصانہ طریقے سے اس کے تقاضوں کو پورا کرنے پر آمادہ ہوں۔ بیشتر بدوؤں کے لیے قبولِ اسلام کی حیثیت ایمان واعتقاد کی نہیں بلکہ محض مصلحت اور پالیسی کی تھی۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ ان کے حصے میں صرف وہ فوائد آجائیں جو برسرِ اقتدار جماعت کی رکنیت اختیار کرنے سے حاصل ہوا کرتے ہیں۔ مگر وہ اخلاقی بندشیں جو اسلام عائد کرتا تھا وہ نماز روزے کی پابندیاں جو اس دین کو قبول کرتے ہی ان پر لگ جاتی تھیں، وہ زکوۃ جو باقاعدہ تحصیل داروں کے ذریعے سے ان کے نخلستانوں اور ان کے گلّوں سے وصول کی جاتی تھی، وہ ضبط ونظم جس کے شکنجے میں وہ اپنی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسے گئے تھے، وہ جان ومال کی قربانیاں جو لوٹ مار کی لڑائیوں میں نہیں بلکہ خالص راہِ خدا کے جہاد میں آئے دن ان سے طلب کی جارہی تھیں، یہ ساری چیزیں ان کو شدت کے ساتھ ناگوار تھیں اور وہ ان سے پیچھا چھڑانے کے لیے ہر طرح کی چالبازیاں اور بہانہ سازیاں کرتے رہتے تھے۔ ان کو اس سے کچھ بحث نہیں تھی کہ حق کیا ہے اور ان کی اور تمام انسانوں کی حقیقی فلاح کس چیز میں ہے۔ انہیں جو کچھ بھی دلچسپی تھی وہ اپنے معاشی مفاد اپنی آسائش، اپنی زمینوں، اپنے اونٹوں اور بکریوں اور اپنے خیمے کے آس پاس کی محدود دنیا سے تھی۔ ان کی اسی حالت کو یہاں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ شہریوں کی بہ نسبت یہ دیہاتی وصحرائی لوگ زیادہ منافقانہ رویہ رکھتے ہیں اور حق سے انکار کی کیفیت ان کے اندر زیادہ پائی جاتی ہے۔ پھر اس کی وجہ بھی بتادی ہے کہ شہری لوگ تو اہلِ علم اور اہلِ حق کی صحبت سے مستفید ہوکر کچھ دین کو اور اس کے حدود کو جان بھی لیتے ہیں۔ مگر یہ بدوی چونکہ ساری ساری عمر بالکل ایک معاشی حیوان کی طرح شب وروز رزق کے پھیر ہی میں پڑے رہتے ہیں اور حیوانی زندگی کی ضروریات سے بلند تر کسی چیز کی طرف توجہ کرنے کا انہیں موقع ہی نہیں ملتا، اس لیے دین اور اس کے حدود سے ان کے ناواقف رہنے کے امکانات زیادہ ہیں۔

یہاں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دینا غیر موزوں نہ ہوگا کہ ان آیات کے نزول سے تقریباً دو سال بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے ابتدائی عہد میں ارتداد اور منعِ زکوۃ کا جو طوفان برپا ہوا تھا اس کے اسباب میں ایک بڑا سبب یہی تھا جس کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے۔(۷)

سورۃ الاحزاب میں اللہ کی تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا وَإِن يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُم بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنبَائِكُمْ وَلَوْ كَانُوا فِيكُم مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا﴾(۸)

ترجمہ: یہ **لوگ** (ابھی تک یہ) گمان کرتے ہیں کہ کافروں کے لشکر (واپس) نہیں گئے اور اگر وہ لشکر (دوبارہ) آجائیں تو یہ چاہیں گے کہ کاش! وہ دیہاتیوں میں جا کر بادیہ نشین ہو جائیں (اور) تمہاری خبریں دریافت کرتے رہیں۔ اور اگر وہ تمہارے اندر موجود ہوں تو بھی بہت کم لوگوں کے سوا وہ جنگ نہیں کریں گے۔

نیز سورۃ الفتح کی مندرجہ ذیل آیات میں صلح حدیبیہ کے موقع پر اعراب کی عدم شمولیت اور عذرداریوں کا ذکر کیا گیا ہے:

﴿سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾(۹)

ترجمہ: عنقریب دیہاتیوں میں سے وہ **لوگ** جو (حدیبیہ میں شرکت سے) پیچھے رہ گئے تھے آپ سے (معذرتاً یہ) کہیں گے کہ ہمارے اموال اور اہل و عیال نے ہمیں مشغول کر رکھا تھا (اس لیے ہم آپ کی معیت سے محروم رہ گئے) سو آپ ہمارے لیے بخشش طلب کریں۔ یہ **لوگ** اپنی زبانوں سے وہ (باتیں) کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔ آپ فرما دیں کہ کون ہے جو تمہیں اللہ کے (فیصلے کے) خلاف بچانے کا اختیار رکھتا ہو اگر اس نے تمہارے نقصان کا ارادہ فرما لیا ہو یا تمہارے نفع کا ارادہ فرما لیا ہو، بلکہ اللہ تمہارے کاموں سے اچھی طرح باخبر ہے۔

﴿قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ

فَإِن تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْراً حَسَناً وَإِن تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَاباً أَلِيماً ﴾(۱۰)

ترجمہ: آپ دیہاتیوں میں سے پیچھے رہ جانے والوں سے فرما دیں کہ تم عنقریب ایک سخت جنگجو قوم (سے جہاد) کی طرف بلائے جاؤ گے تم ان سے جنگ کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، سو اگر تم حکم مان لو گے تو اللہ تمہیں بہترین اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم روگردانی کرو گے جیسے تم نے پہلے روگردانی کی تھی تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

یہاں اطراف مدینہ کے ان اعراب کا ذکر ہے جنہیں عمرے کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ چلنے کی دعوت دی تھی، مگر وہ ایمان کا دعوی رکھنے کے باوجود صرف اس لیے اپنے گھروں سے نہ نکلے تھے کہ انہیں اپنی جان عزیز تھی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعراب قبیلہ اسلم، مزینہ، جہینہ، غفار، اشجع، دیل سے تعلق رکھتے تھے۔

سید ابو الاعلی مودودی اعراب کی حیلہ سازی، معذرت خواہانہ رویے اور مغفرت و بخشش کی التماس کے متعلق رقم طراز ہیں کہ اس کے دو مطلب ہیں: ایک یہ کہ تمہارے مدینہ پہنچنے کے بعد یہ لوگ اپنے نہ نکلنے کے لیے جو عذر پیش کریں گے وہ محض ایک جھوٹا بہانہ ہوگا، ورنہ ان کے دل جانتے ہیں کہ وہ دراصل کیوں بیٹھ رہے تھے۔ دوسرے یہ کہ ان کا اللہ کے رسول سے دعائے مغفرت کی درخواست کرنا محض زبانی جمع خرچ ہوگا۔ اصل میں وہ نہ اپنی اس حرکت پر نادم ہیں نہ انہیں یہ احساس ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دے کر کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور نہ ان کے دل میں مغفرت کی کوئی طلب ہے۔ اپنے نزدیک تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اس خطرناک سفر پر نہ جا کر بڑی عقلمندی کی ہے۔ اگر انہیں واقعی اللہ اور اس کی مغفرت کی کوئی پرواہ ہوتی تو وہ گھر بیٹھے ہی کیوں رہتے۔ (۱۱)

سورۃ الحجرات کی درج ذیل آیات میں ان اعراب کا ذکر کیا جا رہا ہے جو صدق دل سے ایمان نہیں لائے تھے بلکہ مصلحت کے تحت انہوں نے ظاہری اسلام کو قبول کیا تھا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ

وَإِن تُطِيْعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُم مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئاً إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ﴾(۱۲)

ترجمہ: دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، آپ فرما دیجیے تم ایمان نہیں لائے، ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال (کے ثواب میں) سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیات کی تفسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد تمام اعراب نہیں ہیں بلکہ یہاں ذکر چند خاص اعراب کے گروہوں کا ہو رہا ہے جو اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت دیکھ کر محض اس خیال سے مسلمان ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کی ضرب سے محفوظ بھی رہیں گے اور اسلامی فتوحات کے فوائد سے بہرہ ور ہوں گے۔ یہ لوگ حقیقت میں سچے دل سے ایمان نہیں لائے تھے محض زبانی اقرار ایمان کر کے انہوں نے مصلحتاً اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرا لیا تھا۔ اور ان کی اس باطنی حالت کا راز اس وقت فاش ہو جاتا تھا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر طرح طرح کے مطالبے کرتے تھے اور اپنا حق اس طرح جتاتے تھے گویا انہوں نے اسلام قبول کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑا احسان کیا ہے۔ روایات میں متعدد قبائلی گروہوں کے اس رویے کا ذکر آیا ہے مثلاً مزینہ، جہینہ، اسلم، اشجع، غفار وغیرہ خاص طور پر بنی اسد بن خزیمہ کے متعلق ابن عباسؓ اور سعید بن جبیرؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ خشک سالی کے زمانے میں وہ مدینہ آئے اور مالی مدد کا مطالبہ کرتے ہوئے بار بار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ''ہم بغیر لڑے بھڑے مسلمان ہوئے ہیں۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح جنگ نہیں کی جس طرح فلاں اور فلاں قبیلوں نے جنگ کی ہے''۔ اس سے ان کا صاف مطلب یہ تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ نہ کرنا اور اسلام قبول کر لینا ان کا ایک احسان ہے جس کا معاوضہ انہیں رسول اللہ ﷺ اور اہلِ ایمان سے ملنا چاہیے۔ (۱۳)

قرآن وحدیث اور کتبِ سیرت میں عہدِ نبوی کے اعراب کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ہوا ہے اور قرآن مجید نے واضح کیا ہے کہ ان کا کفر ونفاق دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ شدید اور سخت ہے کیونکہ ان

پر سخت دلی اور قول کی درشتی کا غلبہ ہوتا ہے۔ ان کے مزاج اور طبیعت میں بھی اکھڑ پن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿الأعراب أشد كفرا ونفاقا وأجدر ألا يعلموا حدود ما انزل الله على رسوله والله عليم حكيم﴾ (۱۴)۔ امام شوکانی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کا کفر ونفاق دیگر لوگوں کے کفر ونفاق کی نسبت زیادہ شدید ہوتا ہے کیونکہ وہ دل کے زیادہ سخت، مزاج کے زیادہ درشت اور بات کرنے میں زیادہ اکھڑ ہوتے ہیں۔ (۱۵)

عصر حاضر کے مشہور ومعروف محقق اور مفسر ڈاکٹر وہبۃ زحیلی نے لکھا ہے کہ بعض صحرا نشین اعراب کا کفر ونفاق عام لوگوں کی نسبت زیادہ اور شدید ہوتا ہے کیونکہ وہ مزاج میں سخت اور سنگدل ہوتے ہیں لیکن یہ اعراب کی مذمت نہیں ہے، بلکہ ان کے حالات کا بیان ہے اور ان کی حقیقت حال کی مذمت ہے جب تک کہ وہ اس پر راضی رہیں۔ (۱۶)

اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی بعض آیات میں ایمان لانے والے اعراب کی مدح وستائش بھی بیان کی گئی ہے۔ اور ان میں سے اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے خرچ کرنے والوں کا ذکر کیا گیا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ قُرُبَاتٍ عِندَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ الرَّسُولِ أَلا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (۱۷) ترجمہ: اور بعض اہل دیہات ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عنداللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں۔ یاد رکھو کہ ان کا یہ خرچ کرنا بے شک ان کے لئے موجب قربت ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ ضرور اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے)۔ (۱۸)

ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں ذکر کیا ہے کہ صحرا کے باشندے شہر کے باشندوں کی نسبت بھلائی کے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک نفس اپنی پہلی فطرت پر قائم رہے تو وہ ہر طرح کے خیر یا شر کے اثرات قبول کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے لیکن ان میں برے طریقے اور مذموم اخلاق اہل شہر کی نسبت بہت کم ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ فطرت کے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور ان

کے دل انسانی معاشروں کے برے اثرات سے کافی حد تک دور رہتے ہیں، لہٰذا شہریوں کی نسبت بدویوں کا علاج آسان ہوتا ہے۔(۱۹)

لہٰذا اعراب شریعت کے ظاہر کو قبول کر لیتے ہیں اور شبہات و تفتیش کیے بغیر اور اہل زیغ و حرص کے قول کی تحقیق کیے بغیر اس کی اتباع کرتے ہیں۔ کتب احادیث و سیرت میں کئی صادق اور ایماندار اعراب کے احوال اور ان پر تربیت نبوی کے اثرات کے نمونے ملتے ہیں۔ سنن نسائی میں شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اعراب میں سے ایک آدمی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور وہ مشرف بہ اسلام ہوا اور آپ کی اتباع کا عہد کر لیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں آپؐ کے ساتھ ہجرت کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں بعض صحابہ کرام کو وصیت فرمائی۔ پھر جب ایک غزوہ میں نبی کریم ﷺ کو مالِ غنیمت حاصل ہوا تو آپ نے صحابہ کرام میں تقسیم فرماتے ہوئے اس اعرابی کا حصہ بھی نکالا اور اپنے صحابہ کو عطا فرمایا کہ اسے پہنچا دیا جائے اور وہ ان کے جانور چرایا کرتا تھا۔ پھر جب وہ آیا تو انہوں نے اسے اس کا حصہ دیا تو کہنے لگا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ تمہارا حصہ ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ اس نے لے لیا اور لے کر بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ تمہارا حصہ میں نے دیا ہے۔ کہنے لگا: میں اس وجہ سے آپ کے ہمراہ نہیں ہوا تھا بلکہ میں نے آپ کی اتباع اس لیے کی تھی کہ مجھے یہاں (اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا) تیر مارا جائے پھر میرا انتقال ہو جائے اور میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تو اللہ کو سچا کرے گا تو اللہ بھی تمہیں سچا کرے گا۔ پھر کچھ دیر تک لوگ ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد دشمن سے جنگ کرنے کے لیے اٹھے اور لڑائی شروع ہوئی۔ لوگ اس اعرابی کو اٹھا کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے جبکہ اسے اسی جگہ پر تیر لگا تھا جہاں حلق میں اس نے اشارہ کیا تھا۔ آپ نے پوچھا: کیا یہ وہی اعرابی ہے؟ عرض کیا گیا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے اللہ کو سچا کیا تو اللہ نے اسے سچا کیا۔ پھر آپ نے اپنے جبہ مبارک میں اسے کفن دیا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اس کے لیے دعا فرمائی۔ اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے، تیرے راستے میں ہجرت کر کے نکلا اور پھر شہید ہو گیا۔ میں اس بات کا گواہ ہوں۔(۴۰)

خلیفہ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال کے وقت اَعراب کے بارے میں وصیت فرماتے ہوئے کہا: میں اپنے بعد خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں، مہاجرین سابقین کے بارے میں ۔۔۔ اور اَعراب کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھلائی کی جائے کیونکہ وہ عربوں کی اصل اور اسلام کی طاقت ہیں ۔ان کے اموال کا زائد حصہ لیا جائے اور ان کے فقراء میں تقسیم کیا جائے ۔(۲۱)

جدید دور کے مبلغین اور واعظین کے لیے اَعراب کی تربیت نبوی کے منہج کو بطور نمونہ پیش کیا جانا چاہیے ۔ کیونکہ اَعراب کے ساتھ ایک خصوصی معاملہ اور سلوک کیا گیا جس میں ان کی طبیعتوں، مزاجوں اور حالات کو پیشِ نظر رکھا گیا ۔لوگوں کے حالات کا لحاظ رکھنا ایک مبلغ، واعظ اور قائد سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے انداز، اسلوب، گفتگو اور طرزِ تکلم میں تنوع اختیار کرے، کیونکہ جو بات مسلمانوں سے کہی جا سکتی ہے وہ غیر مسلموں سے نہیں کہی جا سکتی اور بات کرنے کا جو اسلوب ایک نئے نئے مسلمان ہونے والے کے ساتھ اختیار کیا جاتا ہے وہ اسلام میں پختہ مسلمان کے ساتھ اختیار نہیں کیا جاتا ۔ اسی طرح ایک پابندِ صوم وصلوٰۃ اور نیک مسلمان کے ساتھ خطاب کا انداز اس سے جدا ہوتا ہے جو ایک عاصی و گنہگار انسان کے ساتھ اپنایا جاتا ہے ۔نیز دارِ اسلام میں جو کچھ مسلمانوں کو کہا جا سکتا ہے وہ ایک غیر اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کی تعلیمات جیسا نہیں ہوسکتا ۔ اسی طرح نوجوانوں کے لیے جو طریقہ و اسلوب اختیار کیا جاتا ہے وہ بزرگوں کے لیے نہیں ہوسکتا اور خواتین کے لیے انداز مردوں کی طرح نہیں ہوسکتا، اغنیاء اور فقراء کے لیے انداز ایک سا نہیں ہوسکتا، نیز حکام بالا اور ماتحتوں کے درمیان فرقِ خطاب کو بھی ملحوظ رکھا جانا چاہیے ۔لوگوں کے احوال کا خیال نہ رکھنے کی بناپر مصلحین اور مبلغین بہت دفعہ اپنے مقاصد میں ناکام نظر آتے ہیں ۔

اَعراب کے بارے میں خصوصی احکام

شریعت میں احکام کی اصل تو یہ ہے کہ وہ ہر مکلف پر لاگو ہوتے ہیں ۔قطع نظر اس کے کہ وہ کہاں رہتا ہے، اور اس اصول کے تحت اَعراب اور شہریوں کے احکام برابر ہیں، لیکن اَعراب کے

احوال وطبائع شہری زندگی سے مختلف ہونے کی وجہ سے مذکورہ قاعدہ واصول سے کچھ مستثنیٰ احکام بھی وارد ہوئے ہیں۔مثال کے طور پر اعراب سے متعلقہ خصوصی احکام یہ ہیں:

-بدوی کی شہری کے خلاف گواہی: شہری کے خلاف بدوی کی گواہی کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء نے اجازت دی ہے لیکن مالکیوں نے اس سے منع کیا ہے۔(۲۲) اس بارے میں ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ''بستی میں رہنے والے کے حق میں یا اس کے خلاف جنگل میں رہنے والے کی گواہی درست نہیں ہوگی۔(۲۳)

-شہری کا بدوی کے مال کو فروخت کرنا: اس قسم کی بیع کی ممانعت میں فقہا کا کوئی اختلاف نہیں کیونکہ کئی احادیث میں اس کے بارے میں نہی وارد ہوئی ہے۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ ہمیں منع کیا گیا کہ کوئی شہری بدوی کا سامان فروخت کرے۔(۲۴)

-اعراب کی سہولت کے لیے بعض مباح چیزوں کی وقتی تحریم: بعض دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان اعراب کے احوال کا خیال کرتے ہوئے لوگوں کو کسی مباح چیز سے منع فرما دیا کرتے تھے۔جیسے امام مسلم نے عبداللہ بن واقد سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ عیدالاضحیٰ کے دنوں میں غریب اعراب کا ایک گروہ مدینہ منورہ پہنچا،تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مدینہ سے ارشاد فرمایا ''تین دن کے لیے قربانی کا گوشت رکھ لو اور باقی صدقہ کردو۔پھر بعد میں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ اپنی قربانیوں کی کھالوں سے مشکیں بنایا کرتے تھے اور ان کی چربی کو استعمال میں لایا کرتے تھے۔ اب یہ آپ نے حکم فرمایا ہے کہ تین دن کے بعد قربانی کا گوشت نہ کھایا جائے۔تو آپ نے فرمایا ''میں نے ان غریب اعراب کی وجہ سے ممانعت کی تھی جو اچانک مدینہ میں جمع ہو گئے تھے۔اب تم قربانی کا گوشت کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو''۔(۲۵)

- وصیت کرنے اور پابند بنانے میں اعراب کے حسب حال تخفیف کرنا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کو وہی عطا کرتے جس کا وہ زیادہ محتاج ہوتا تھا۔آپ ایک طبیب جیسا مریضوں کے

ساتھ معاملہ فرماتے تھے اور ہر ایک کو مرض کی مناسبت سے دوا دیتے تھے۔ چنانچہ آپ ان بدوؤں کو وصیت کرتے ہوئے اور اسلامی تعلیمات کا پابند بناتے ہوئے تخفیف کا معاملہ کرتے تھے۔ جب آپ کے پاس ایک اَعرابی نصیحت طلب کرتے ہوئے آیا، تو آپ نے اس کی حالت کی پیشِ نظر اسے آسان سی نصیحتیں فرمائیں۔ امام بخاری نے ابو ہریرۃؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک اَعرابی نبی کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: مجھے ایسا کام بتائیں کہ جسے میں کروں اور جنت میں چلا جاؤں۔ فرمایا: اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، فرض نماز قائم کرو، فرض زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ کہنے لگا! اس کی قسم جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے۔ میں اس پر کچھ بھی زیادہ نہ کروں گا۔ جب وہ واپس ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہل جنت میں سے کسی شخص کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اسے دیکھ لے۔(۲۶)

- اَعراب کی غلطیوں پر سخت مواخذہ نہ کرنا: بارگاہ نبوی میں جب کسی اَعرابی سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو آپ اس کی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ فرماتے اور اپنے صحابہ کو بھی اس پر سختی کرنے سے منع فرما دیا کرتے تھے۔ امام بخاری نے ابو ہریرۃؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک اَعرابی کھڑا ہوا اور اس نے مسجد نبوی میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ لوگ اس کی طرف لپکے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کچھ نہ کہو اور اس کے پیشاب پر پانی کے ڈول بہا دینا۔ بے شک تمہیں آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے نہ کہ تنگی کرنے والا۔(۲۷)

- اَعراب کی عقلوں کے مطابق خطاب اور ان کی بدمزاجی اور درشت گوئی کو برداشت کرنا: جہاں تک اَعراب کی عقلوں کے مطابق خطاب کرنے کی بات ہے تو نبی کریم ﷺ کے منہج تربیت کا اندازہ اس اَعرابی کے واقعہ سے کیجئے جو بارگاہ نبوی میں آیا اور انکار کرنے لگا کہ میری بیوی نے میرا بچہ نہیں جنا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدوی کے ماحول سے ایک مثال پیش کر کے اسے مطمئن کر دیا اور اس کی غلط فہمی کا ازالہ کر دیا۔ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک اَعرابی بارگاہ نبوی میں آیا اور کہنے لگا: میری بیوی نے ایک سیاہ رنگ کا بچہ جنم دیا ہے اور میں اسے اپنا بیٹا

نہیں سمجھتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ کہنے لگا جی ہاں۔ فرمایا ان کے رنگ کیا ہیں؟ کہنے لگا! سرخ۔ فرمایا کیا ان میں کوئی سیاہی مائل بھی ہے۔ کہنے لگا: بے شک ان میں سیاہی مائل بھی ہیں۔ تو فرمایا: یہ ان میں سیاہی مائل کہاں سے آ گئے؟ کہنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید کسی وراثتی رگ نے انہیں کھینچ لیا۔ تو فرمایا شاید تیرے بیٹے کو بھی کسی وراثتی رگ نے کھینچ لیا ہوگا۔ اور اسی طرح اسے نسب کی نفی کرنے کی اجازت نہ دی۔ (۲۸)

اعراب کے سوال بھی تکلیف، اکھڑ پن اور درست لہجے سے عبارت ہوتے تھے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی حکمت اور ان کے حسب حال اسلوب اور لہجے میں جواب دیتے تھے۔ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بیماری کا ایک سے اڑ کر دوسرے کو لگنا اور صفر اور ھامہ کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایک اعرابی جو اپنے ناقص مشاہدے اور تجربے کی بنا پر خارش کو متعدی مرض سمجھتا تھا، کہنے لگا: تو پھر ان اونٹوں کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو اپنی تندرستی اور کھال کی صفائی کے اعتبار سے ہرن کی مانند ریگستان میں دوڑتے پھرتے ہوتے ہیں لیکن جب کوئی خارشی اونٹ ان میں مل جاتا ہے تو وہ دوسروں کو بھی خارش زدہ کر دیتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا تو یہ بتاؤ کہ پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ بنایا؟ یعنی خارش پیدا ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ کسی کو اڑ کر لگے۔ (۲۹)

۔ اعراب کی تالیف قلب اور ان کی طرف سے بدتمیزی اور تکلیف کو برداشت کرنا: بعض دفعہ اعراب کی طرف سے دی گئی تکلیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر پر نشانات چھوڑ دیتی تھی لیکن آپ یہ سب کچھ صبر اور تحمل سے برداشت فرماتے تھے۔ حضرت انس راوی ہیں کہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا اور اس وقت آپ سخت کنارے کی ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ چنانچہ ایک اعرابی نے آپ سے مل کر چادر کو زور سے کھینچا اور میں نے دیکھا کہ اس اعرابی کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے آپ کی گردن پر چادر کے کنارے کا نشان پڑ گیا تھا۔ پھر وہ بدو کہنے لگا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس مال میں سے دیں جو آپ کے پاس ہے۔ تو رسالت مآب ﷺ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور کچھ دینے کا حکم فرمایا۔ (۳۰)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عہد نبوی میں اعراب یعنی دیہاتی عربوں کو خصوصی اہمیت دی گئی۔ اگر چہ اعراب گفتگو میں انتہائی درشت اور مزاج کے انتہائی سخت تھے لیکن ان میں سے کچھ اعراب صدق دل سے ایمان لے آئے انہوں نے دین اسلام کے تمام احکام کی پابندی اختیار کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں میں خصوصی مردانگی، دلیری، بہادری صراحتِ قول اور کوہستانی وصحرائی صفات دیکھتے ہوئے انہیں خاص مراعات سے بھی نوازا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ ان کی عقلوں کے مطابق ان سے خطاب کیا اور ان کی سوچ کے معیار پر اتر کر ان سے گفتگو کی۔ آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر ان کی دلداری اور تالیف قلب کا خیال رکھا ان کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف کو تبسم کے ساتھ برداشت کیا اور فراخ دلی کا مظاہرہ فرمایا۔ نیز ان کی خطاؤں اور غلطیوں سے درگزر فرما کر اور کئی دینی پابندیوں میں تخفیف فرما کر دین اسلام کو ان کے لیے آسان کر دیا۔ لہذا اعراب کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا سلوک اور معاملہ عصرِ حاضر کے مبلغین اور داعیانِ اسلام کے لیے بہترین اسوہ حسنہ ہے۔ انہیں لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے اعراب سے متعلق تمام روایات کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ کیونکہ لوگ اپنے مزاجوں، طبیعتوں اور عادات میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حواشی

(۱) النہایۃ فی غریب الحدیث، ابن الاثیر مبارک بن محمد الجزری، (م ٦٠٦ھ)، مکتبۃ علمیۃ، بیروت ۱۹۷۹ء، ج ۳،
ص ۴۳۱

(۲) لسان العرب، محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری (م ۷۱۱ھ)، دار صادر، بیروت، ج ۱، ص ۵۸٦

(۳) سورۃ التوبہ، آیت: ۹٦

(۴) سورۃ التوبہ، آیت: ۹۹

(۵) سورۃ التوبہ، آیت: ۱۰۱

(٦) سورۃ التوبہ، آیت: ۱۲۰

(۷) تفہیم القرآن، سید ابو الاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ج ۲، ص ۲٦٦-۲٦۷

(۸) سورۃ الاحزاب، آیت: ۴۰

(۹) سورۃ الفتح، آیت: ۱۱

(۱۰) سورۃ الفتح، آیت: ۱٦

(۱۱) تفہیم القرآن، سید ابو الاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ج ۵، ص ۵۰

(۱۲) سورۃ الحجرات، آیت: ۱۴

(۱۳) تفہیم القرآن، سید ابو الاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ج ۵، ص ۱۰۰

(۱۴) سورۃ توبہ، آیت: ۹۷

(۱۵) تفسیر فتح القدیر، محمد بن علی شوکانی، مکتبۃ عصریہ، بیروت ۱۴۱۸ھ، ج ۲، ص ۴۹۱.

(۱٦) التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنہج، ڈاکٹر وہبہ زحیلی، بیروت ۱۹۹۸ء، ج ۱۱، ص ۱۴.

(۱۷) سورۃ الانفال، آیت: ۹۹

(۱۸) سورۃ توبہ، آیت: ۹۹.

(۱۹) مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون، دار القلم، بیروت ۱۹۸۴ء، ج ۱، ص ۱۲۳

(۲۰) سنن نسائی، امام احمد بن شعیب النسائی، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہداء، حدیث نمبر ۱۹۵۲۔

(۲۱) الجامع الصحیح، امام محمد بن اسماعیل بخاری، کتاب المناقب، باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمانؓ، حدیث نمبر ۳۴۹۷۔

(۲۲) المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل، ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامۃ المقدسی، دار الفکر، بیروت ۱۴۰۵ھ، ج ۱۲، ص ۳۲۔

(۲۳) سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیۃ، باب شھادۃ البدوی علی اہل الامصار، حدیث نمبر ۳۶۰۲۔

(۲۴) الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب لا یبیع حاضر لباد بالسمسرۃ، حدیث نمبر ۲۰۵۳۔

(۲۵) صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب بیان ما کان من النہی عن اکل لحوم الاضاحی بعد ثلاث فی اول الاسلام، حدیث نمبر ۱۹۷۱۔

(۲۶) الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، حدیث نمبر ۱۳۳۳۔

(۲۷) الجامع الصحیح، کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول فی المسجد، حدیث نمبر ۲۱۷۔

(۲۸) الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب من شبہ اصلاً معلوما باصل مبین، وقد بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم حکمھا لیفھم السائل۔

(۲۹) الجامع الصحیح، کتاب الطب، باب لا صفر وھو داء یاخذ البطن، حدیث نمبر ۵۳۸۷۔

(۳۰) الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب التبسم والضحک، حدیث نمبر ۵۷۳۸

✲ ✲ ✲